Research Journal
Tahqeeqat
جلد:4،شمارہ:2،2025ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

# فتح محمد ملک کا اقبالیاتی شعور

## *Iqbal's Philosophical Influence on Fateh Mohammad Malik*

***Nazleen Tahseen***
*PhD Scholar Department of Iqbal Studies ,*
*The Islamia University of Bahawalpur*

**نازلین تحسین**
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اقبال اسٹڈیز
دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

***Dr. Muhammad Rafiq Ul Islam***
*Associate Professor/Chairman Department of Iqbal Studies/ Philosophy ,The Islamia University of Bahawalpur*

**ڈاکٹر محمد رفیق الاسلام**
ایسوسی ایٹ پروفیسر چیئرمین شعبہ اقبال اسٹڈیز /
فلسفہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

### *Abstract*

*Fateh Muhammad Malik is counted among the renowned scholars, orators, journalists, educationists, teachers, and researchers. He made the historic aspects of Allama Iqbal's personality the central theme of his writings. Most of his life was spent in teaching, but he also rendered significant literary services. He focused on the economic dimensions present in Iqbal's writings and explained their relevance in today's world. He believes that understanding Iqbal is not only a source of knowledge but also deeply connected to our lives. According to him, the political system of Islam is linked to our moral and spiritual values, and there is no concept of hereditary monarchy or clerical rule in it. He used the metaphor of the "tulip flower" for the Muslim Ummah and wished to see the true spirit of Islam reflected in Muslims. He feels that even today, the Muslim world fails to distinguish between the system of Abu Lahab and the system of the Prophet Muhammad (PBUH), which has led to the support of clericalism and dictatorship. He says that Iqbal, in all his writings, tried to highlight the political, social, and economic aspects of Islam so that a system based on the Prophet's teachings (Nizam-e-Mustafa) could be established, where Muslims can live according to Islamic principles. Fateh Muhammad Malik rejected the system of monarchy and emphasized the contours of religious politics. He envisions an ideal region as dreamed by Allama Iqbal and brought into reality through the efforts of Quaid-e-Azam. Like Iqbal, Fateh Muhammad Malik aligned his writings with the needs of the time and believes that Iqbal's message should not only be understood but also followed, so that the true meaning of Pakistan can be realized.*

***Keywords:*** *Iqbal's Thought, Economic System, Democracy, Clericalism, Feudal System, Love for the Prophet ( S.A.W )*

**کلیدی الفاظ:** اقبالیاتی شعور، معاشی نظام، جمہوریت، ملائیت، جاگیر دارانہ نظام، عشق رسولؐ

نصف صدی گزرنے کے بعد بھی علامہ اقبال کے فکر و فن کو نت نئے زاویوں سے جانچا اور پر کھا جارہا ہے۔کچھ شارحین ایسے بھی ہیں جنہوں نے اندھی عقیدت کا اظہار کیا اور کچھ نے ان کے فکر و فن کو مختلف پہلوؤں سے پر کھا بھی مگر اقبال کی شخصیت کا مکمل احاطہ کسی ایک تصنیف میں کرنا ممکن ہی نہیں۔یوں ان کی شخصیت کے بعض رخ ابھی تک تشنہ ہیں۔(1) اقبال شناسی کی ایک مضبوط کڑی فتح محمد ملک بھی ہیں۔ ان کا شمار نامور

OPEN ACCESS HEC DRJI ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE اشاریہ اردو جرائد EuroPub

ناقد، عالم، خطیب، صحافی، ماہرِ تعلیم، محقق اور معلم میں ہوتا ہے جنھوں نے علامہ اقبال کے تاریخ ساز رخ کو اپنی تحریر کا حصہ بنایا ہے۔ انھوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ درس و تدریس میں گزارا۔ ملک کے ساتھ بیرونِ ممالک بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔ مقتدرہ قومی زبان کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی یونیورسٹی کے ڈین اور ریکٹر کی حیثیت سے انتظامی قابلیت کا بھی ثبوت دیا۔ اپنی زندگی میں مختلف شعبوں میں جو جو نمایاں کامیابیاں حاصل کیں ان میں ستارہ امتیاز کے ساتھ 2003 میں ملنے والا اقبال صدارتی ایوارڈ بھی شامل ہے۔ انھوں نے جرمنی، ایران، امریکہ، فرانس، ایران اور دیگر ممالک میں علمی و ادبی سیمینار میں شرکت کی۔(2) ان کا قلم رواں ہونے کے ساتھ قابلِ رشک بھی ہے۔ ان کی شخصیت سازی میں منو بھائی، بشیر الاسلام عثمانی، احمد ندیم قاسمی اور صوفی تبسم، انتظار حسین جیسی بہت سی نامور شخصیات کا ہاتھ ہے۔ انھوں نے ٹھوس اور مدلل اسلوب اپنایا۔ دورِ طالب علمی میں ترقی پسند تحریک کے نظریات سے بے حد متاثر ہوئے مگر وہ اندھی بہری تقلید کے قائل نہ تھے اسی لیے تمام عمر انسانیت کے مسائل کا حل تلاش کرتے رہے۔ اقبال کو مرشد مان کر ان کے خیالات کا پرچار کرتے رہے۔(3)

> "علامہ اقبال کی فکر فتح محمد ملک کے نظریاتی سانچے کا مرکزی نقطہ ہے۔ وہ فکر اقبال سے اپنے تصورات کی تشکیل میں مدد لیتے ہیں۔ اقبال کے تہذیبی اور سیاسی افکار ان کے لیے مشعل راہ ہیں۔ وہ بار بار علامہ اقبال کی فکر پر قلم اٹھاتے ہیں۔ وہ اقبال کے مخالفین کا جواب بھی دیتے ہیں اور فکرِ اقبال کے مختلف گوشوں کو ہماری زندگی سے مربوط کر کے بھی دیکھتے ہیں۔ یوں اقبال کی شاعری اور فکر ہمیں ان کی تنقید میں ایک بنیادی ستون کی طرح دکھائی دیتی ہے۔"(4)

وہ سمجھتے ہیں کہ اقبال شناسی ہمارے لیے سرچشمہ علم کے ساتھ وظیفہ عمل بھی ہے۔ ہماری زندگیوں کے ساتھ ان کی فکر کا ایسا نامیاتی تعلق ہے جس کے تحت ہم وہ علمی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں جو ان کی حیات میں شروع ہوئیں اور آج بھی جاری و ساری ہیں۔ اقبال شناسی کی روایت کا اگر جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہو گا ان کے افکار و نظریات کی تفہیم اس بات کا پتا دیتی ہے کہ تصورِ پاکستان اقبال کے نظام فکر سے سامنے آیا اور اس کی بقا و ترقی کا انحصار بھی اسی میں ہے کہ ان کے افکار کی صحیح تعبیر کو سمجھا جائے کیونکہ وہ ہماری زندگی کی حقیقتوں سے مربوط ہے۔(5) علامہ اقبال کے خواب کو تعبیر قائد اعظم محمد علی جناح اور مسلمانانِ برصغیر کے تعاون سے ملی مگر کچھ شر پسند عناصر پاکستان کے بنیادی تصور سے نفی کرتے ہیں۔ جبکہ فتح محمد ملک نہ صرف تصور پاکستان کو اقبال کی فکر سے مربوط کرتے ہیں بلکہ ان کی فکر کو پاکستان کی سیاسی، معاشی اور ثقافتی زندگی میں کارفرما دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہی وطنِ عزیز کی حفاظتی فصیل ہیں۔ اس کے برعکس ترقی پسند عوام سیاسی مفادات کے تحت اقبال شناسی سے گریزاں رہے مگر جلد ہی انھیں اس بات کا ادراک ہو گیا کہ اقبال کی سوچ کا محور و مرکز پوری امتِ مسلمہ ہے۔ وہ انسانیت کا پرچار کرتے ہوئے ایسے نظام کے خواہاں ہیں جہاں طبقاتی اور نسلی اور جغرافیائی فرق ختم ہو کر مساوات و اخوت کی اقدار رائج ہوں۔(6) ہوش سنبھالتے ہی انھوں نے مسلم معاشرے کو مقدر پرستی جیسی مہلک بیماری میں مبتلا پایا۔ انسانی تقدیر کے حوالے سے یہ تصور پختہ ہو چکا تھا کہ مقدر کا فیصلہ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے اور کسی بھی صورت اس میں تبدیلی نہیں آتی۔ امیری، غریبی، آزادی اور غلامی کو تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر قبول کر ناضروری ہے مگر علامہ اقبال کی سوچ اس کے برعکس تھی وہ برداشت کرنے کی بجائے اس کو بدل دینے پر یقین رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک مومن فولادی قوت کا مالک ہوتا ہے اور تن تنہا حالات کو بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔(7) فتح محمد ملک لکھتے ہیں:

> "علامہ اقبال کا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان کا مقدر اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ انسان اپنے مقدر کی خرابی کی ذمہ داری خدا پر نہیں ڈال سکتا۔ اس خرابی کا ذمہ دار وہ خود ہے۔"(8)

فتح محمد ملک رقم طراز ہیں کہ اسلام کے سیاسی نظام کی شناخت یہ ہے کہ اس کی جڑیں اخلاقی اور روحانی تصورات سے جڑی ہوئی ہیں۔اس نظام میں ملائیت کے تسلط کو رد کیا گیا ہے کیونکہ اسلام مساوات کا قائل ہے۔ اس میں اشرافیہ اور پاپائیت جیسا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔اسلام خاندانی بادشاہت کو نہیں مانتا اور علما کو حکمرانی کا حق نہیں دیتا۔جدید اصطلاحات میں اسلام میں تھیاکریسی اور امپیریلزم کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اس سے مادی اور روحانی زندگی دو دائروں میں بٹ کر رہ گئی تھی۔مادی زندگی نے بادشاہوں کی اور روحانی لوگوں نے پادریوں کی حکمرانی کو تسلیم کر لیا تھا جس کے نتیجے میں عیسائی طبقہ محض رہبانیت تک محدود ہو گیا۔ترکِ دنیا کا ایسا تصور سامنے آیا جس نے دین، دنیا، کلیسا، مادیت اور روحانیت کو باہم متصادم حصوں میں بانٹ دیا۔ جبکہ اسلام میں کسی ثنویت کا کوئی وجود نہیں۔اسی لیے اقبال نے اسلامی نظریہ پوری امت کی روحانی اور مادی تشکیل کی خاطر دیا۔جب انھوں نے یہ آئیڈیالوجی پیش کی، اس وقت کیپیٹل ازم اور کمیونزم کے مابین تصادم کا دور تھا۔(9) اسی لیے انھوں نے اپنی نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" کو استعاراتی انداز میں پیش کیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلم امہ کو یہ معلوم ہو سکے ابلیس اس وقت سے لے کر آج تک انھی فرمان پر کاربند ہے جو مغربیت کی دین ہیں۔وہ افرنگی ملوکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کے بقا کو اپنا کارنامہ سمجھتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ ان کی کوششوں کی وجہ سے ملا ملوکیت کے غلام بن چکے ہیں۔جہاد سے منکر ہو کر خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔وہ چاہتے تھے کہ مسلمان خانقاہیت کے دھندلکوں میں چھپے رہیں۔کردار سازی سے دور رہیں۔شیطان کے چیلوں کے تابع رہ کر تسخیرِ آفاق کے فرض سے غافل رہیں۔مسلم امہ کی وحدت پارہ پارہ ہو جائے۔فرقہ آرائی اس کا سب سے بڑا ہتھیار ہے جو وہ ان کے خلاف استعمال کرتا ہے اور اسی وجہ سے انتہا پسندی اور مذہبی جنون سامنے آئے۔انھوں نے ملت کے لیے گلِ لالہ کا استعارہ استعمال کیا ہے جبکہ اس کے برعکس ابلیس اسلام کی اس انقلابی روح اور حرکت و عمل سے خائف ہے جو اقبال کی فکر کے ذریعے مسلمانوں میں خون کی مانند رواں ہو سکتی ہے۔وہ اس بات کا خواہش مند ہے کہ مسلم امہ اس سے محروم رہے کیونکہ وہ مسلمانوں کی بیداری، آزادی اور خودمختاری نہیں چاہتا۔اس کا ہدف تمام ملتِ اسلامیہ ہے خواہ ان کا تعلق دنیا کے کسی بھی خطے سے ہو۔(10) فتح محمد ملک تحریر کرتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے بعد خلافت کے اصول ہی تبدیل کر دیئے گئے ملوکیت کا نظام رائج کر دیا گیا اور ان دونوں نے مل کر مسلمانوں کی زندگیاں اجیرن کر دیں۔اقبال نے اپنی شاعری اور فلسفیانہ نظریات سے ملا کے کردار کو ملامت کا نشانہ بنایا۔اس کے طلسم کو توڑ کر اس کے راز فاش کیے اور مسلمانوں کو تنبیہ کی کہ اگر تم ان کا راستہ اپناؤ گے تو اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکو گے۔انھوں نے دنیا کی نگاہوں سے وہ پردہ اٹھایا جو ملا کی پرکاری کے سبب پڑا ہوا تھا۔(11) فتح محمد ملک بیان کرتے ہیں:

> "ملا اقبال کی شاعری کا ہیرو نہیں ولن ہے۔مسلمانوں کے کسی بھی معاشرے میں اس شر کو خیر بنا کر پیش کرنا انتہائی ضرر رساں بھی ہے اور تکلیف دہ بھی۔ہمارے ہاں اس طرح کے تصورات کی تشہیر علمی سے کہیں بڑا قومی المیہ ہے۔"(12)

فتح محمد ملک لکھتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ہم بولہب اور مصطفیٰ کے درمیان فرق نہیں کر پائے ہیں۔جس کے سبب فکری انتشار اور ذہنی افراتفری کا شکار ہیں۔ آج بھی ملائیت اور آمریت سرپرستی اس لیے کی جا رہی ہے کہ زرپرستی کے کلچر کو معاشرے میں فروغ دیا جائے۔سیاسی اور تہذیبی سطح پر آج بھی ہم حق اور باطل کی تفریق کرنے سے قاصر ہیں۔اگر گزشتہ اور موجودہ صورت حال کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہو گا کہ 1938 میں علامہ اقبال مسلم امہ کے لیے بے چین اور مضطرب تھے اور وہ چاہتے تھے کہ ہم فکری انتشار کو نظریاتی یک جہتی میں تبدیل کر دیں مگر آج ایسا کوئی اسلام شناس دکھائی نہیں دیتا جو پاکستان کے مطلب کو سمجھ کر جغرافیائی حدود میں رہتے ہوئے تصورِ پاکستان کو ایسی عملی صورت دے سکے جو اقبال کی انقلابی شاعری کے روپ میں ہمارے سامنے آئی۔ان کا نظریہ عملی معنویت کا حامل ہے کیونکہ ان کے

نزدیک اسی پر امت مسلمہ کی اجتماعی ہستی کا نہ صرف دارومدار ہے بلکہ ان کی تہذیبی اکائی کا انحصار بھی ہے۔ جاوید نامہ سے لے کر ارمغانِ حجاز تک اقبال کے کلام کو پڑھا جائے تو اس میں انھوں نے پاکستان کے سیاسی، معاشی پہلوؤں کے علاوہ مذہب اور ثقافت کے خدوخال کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلاشبہ اقبال ملکی سطح پر ملوکیت کی جگہ ایسا نظامِ مصطفیٰ رائج کرنے کے خواہاں تھے، جہاں مسلم امہ اسلامی اصول وضوابط کے مطابق زندگی گزار سکیں۔(13)

وہ رقم طراز ہیں کہ ابھی تک اسلامی نظام صرف قرآن میں خوابیدہ ہے اسی لیے یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اسے زندہ کیا جائے۔ تاکہ ایک نئی دنیا وجود میں آئے اور اس کی صبح مغربی دنیا سے زیادہ حسین ہو۔ اقبال کی طرح فتح محمد ملک بھی سمجھتے ہیں کہ جہانِ نو کے ظہور میں نہ آنے کا سب سے بڑا سبب ملائیت، خانقاہیت اور خاندانی بادشاہت ہے۔ شاید اسی لیے اقبال نے ملائیت کو "فی سبیل للہ فساد" کہا اور ہمیشہ اس بات پر احتجاج بلند کیا کہ ملا دینِ نبیؐ کی حکمت سے محروم ہیں۔ اگر ہم انھیں اپنی دینی زندگی سے نکال دیں تو علامہ اقبال کا دل بھی باغ باغ ہو سکتا۔ دنیا کے ساتھ آخرت بھی سنور سکتی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر ایک کا مسلک جدا جدا ہے مگر اسلام سب کا دین ہے۔ اسی لیے ہر ایک کو مذہبی مسالک کی حد بندیوں سے بالاتر ہو کر اسلامی اقدار و روایات کو اپنانا چاہیے تاکہ اسم محمدؐ کا ہر جگہ بول بالا ہو۔(14) فتح محمد ملک تحریر کرتے ہیں کہ اقبال تمام عمر دینِ اسلام کی حقیقی روح کے متلاشی رہے اور انھوں نے ہمیشہ ملوکیت اور ملائیت کے نظام کو رد کیا۔ اس سلسلے میں وہ نوجوانوں کو مخاطب کر کے اس بات کی نصیحت کرتے ہیں کہ اسلام کی حقیقی روح کو تلاش کریں۔ وہ انھیں اس بات کا بھی یقین دلاتے ہیں کہ کسی بھی قسم کی ذات اور رنگ ان کی عظمت کو نہیں ناپ سکتا۔ معاشرے کا قیام شکم کی مساوات پر مبنی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اقبال مسلم امہ کو ملوکیت کے ساتھ مغربی طاقتوں کے زہریلے اثرات سے بھی واقف کرتے ہیں اسی لیے وہ ایک ایسے جداگانہ اسلامی مملکت کو مسلمانوں کے لیے ناگزیر قرار دیتے ہیں جہاں کسی بھی ایک مذہب فقہ کی دوسرے مذاہب پر بالادستی قائم نہ ہو۔ تمام مذہبی مسالک مشترک ہوں ملائیت اور خانقاہیت سے جنم لینے والی مخصوص مذہبی سیاست نہ ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انھیں صرف محمد علی جناح پر بھروسا تھا۔ خط و کتابت کے ذریعے انھوں نے مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں بھی آگاہ کیا۔(15) وہ لکھتے ہیں:

> "Ignoring the realities of the Indian situation, the British Government was bent upon framing the constitution for a United India. The Muslim leadership was acting under British advice. This would have meant a permanent minority Status for Indian Muslims .Rejecting such a status, Iqbal demanded the right of self –determination and advised the Muslim community to get prepared for an independent and concerted Political action to cope with the present crisis."(16)

وہ جاگیردارانہ نظام کے خاتمے کے خواہاں تھے کیونکہ یہ ملکیت سے زیادہ اصولِ آدمیت سے متعلق تھا۔ ان کے نزدیک زرعی پیداوار کا اصل مالک کسان ہے جو کہ اس پر محنت کرتا ہے۔ ہمارے ہاں زرعی پیداوار کی افزائش کی بات تو کی جاتی ہے مگر مزارع کے حقوق سے لاپرواہی برتی جاتی ہے۔ ان پر صدیوں سے ظلم ہو رہا ہے۔ دنیا بھر میں اقتصادی اور معاشی ترقی اس لیے ہو رہی ہے کیونکہ وہاں اس نظام کو ختم کر دیا گیا ہے۔ جاگیردارانہ نظام ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے زرعی پسماندگی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اس کی وجہ سے ہم علمی انحطاط اور معاشرتی ابتری کا

بھی شکار ہیں۔ قائداعظم تو جاگیر داری کو غریبوں کا خون چوسنے والا نظام کہتے تھے اور اقبال نے اپنے کلام کے ذریعے جس مثالی ریاست کی بات کی اس میں زمین کا مالک صرف اللہ ہے اور جو شخص اس پر محنت کر کے فصل کاشت کرے، اس پر صرف اسی کا حق ہے اور کسی کا نہیں۔ فتح محمد ملک کہتے ہیں کہ دکھ کا مقام یہ ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک یہ طوق مسلمانوں کے گلے میں پڑا ہوا ہے اور کسی صورت رہائی کے امکانات نظر نہیں آرہے۔ بلکہ ہر گزرتے دن کے ساتھ جاگیر دار اپنے پنجے اور مضبوط کیے جارہے ہیں۔ موجودہ دور کے مسائل کا تعلق ہر گز اس بات سے نہیں کہ قوم نے سیکولر نظام کو اپنانے سے انکار کر دیا بلکہ وہ صراطِ مستقیم کی بجائے خانقاہیت کی راہوں پر چل نکلے ہیں۔ علامہ اقبال نے مسلمانوں کی توجہ بھی اسی جانب مبذول کروائی تھی کہ وہ اسلام کی حقیقی روح کو کھو چکے ہیں اور مادیت پرستی کی راہ اختیار کرلی ہے جو کہ محض ایک سراب ہے۔ وہ ان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ انفرادی و اجتماعی زندگی میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اس کی روح نہ صرف تلاش کیا جائے بلکہ روح عصر سے ہم آہنگ بھی کیا جائے۔ مگر یہ ہماری بد بختی ہی ہے کہ ہمارے حکام اس انقلابی روح اور سوچ سے خائف چلے آرہے ہیں۔ فرقہ واریت کو ہوا دے کر باہمی جنگ و جدل سے ملک کو خطرے میں ڈال رکھا ہے۔ اسلام بھائی چارے کا درس دیتا ہے اور مضبوطی سے اللہ سے جڑنے کا حکم دیتا ہے، انھوں نے اس کی وحدت کو ہی ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ ملائیت اور خانقاہیت پر قائم شدہ اداروں نے اسلام اور پاکستان کی بقا کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔(17) وہ تحریر کرتے ہیں کہ اسلام نے تمام تصورات کی نفی کی اور اقبال نے ایک الگ جداگانہ مملکت کا تصور خطبہ الہ آباد میں پیش کیا۔ اسی لیے قائداعظم نے جمہوری تحریک کے ذریعے اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔ ملاؤں کی سیاسی پارٹیوں نے تحریک پاکستان کی شدید مخالفت کی مگر عوام نے ایک نہ سنی اور حق کا ساتھ دیا۔ افسوس! آج امرا نے اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے پھر سے ملائیت کا سہارا لے کر خاندانی بادشاہت کا آغاز کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ دانشوروں نے بھی ملائیت کی پیروی کی تلقین کی اور مفکرِ پاکستان کے افکار کو رد کر دیا تو علم و دانش کی دنیا بھی حیران رہ گئی۔ فتح محمد ملک لکھتے ہیں کہ آج آمریت کو سرکاری سطح پر فروغ دیا جارہا ہے اقبال کے عقل و خرد، جمہوریت اور عوامیت جیسے تصورات کو ماننے سے انکار کیا جارہا ہے۔ ایسے دانشور اداروں سے منسلک کیے جارہے ہیں جو مفکرِ پاکستان کی تعلیمات کو دھندلانے میں مصروف ہیں۔ اور یہ اسے اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں اور وجہ صرف اور صرف آمریت کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اقبال کے خلاف جھوٹے کلمات استعمال کیے گئے۔ اسلامی جمہوری تصورات سے متعلق حقائق کو جھٹلانے کی کوشش کی گئی۔ فتح محمد ملک نے کہا اسلامی اخوت و مساوات ہی اسلام کے ایسے بنیادی تصورات ہیں کہ جن کی مدد سے ملوکیت اور سلطانی جمہور کو رد کیا جاسکتا ہے۔ وہ سائنس اور حکمت کی تعلیم کو مسلمانوں کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں کیونکہ یہ مومن کی گم شدہ میراث ہے۔ انھوں نے قدیم علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کے حصول پر بھی زور دیا۔(18)

انھوں نے کہا کہ اسلام کا اخلاقی اور سیاسی مسلک باہم مربوط ہے۔ دونوں نظام ہی یک جان اور دو قالب کی مانند ہیں جنھیں الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر سیاسی مسلک سے الگ ہونے کی صورت میں اخلاقی مسلک بھی چھوڑنا پڑے گا۔ اس طرح متحدہ ہندوستانی قومیت کا خواب کبھی بھی پورا نہیں ہو گا۔ انھوں نے دوٹوک انداز میں یہ بات واضح کی کہ مسلم امہ پر جب بھی برا وقت آیا، اسلام نے ہی ان کی حفاظت کی ہے۔ اسلام سے مکمل وابستگی کے سبب ہی وہ اس تباہی سے بچ سکتے ہیں۔ وہ بھی اقبال کی طرح اس بات کے خواہاں ہیں کہ مسلمانوں خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر مصائب سے پنجہ آزما ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اپنی منفرد اور جداگانہ قومیت کو پہچانیں۔ جمود کو توڑ کر حرکت و عمل کے ذریعے اپنی بقا اور استحکام کو یقینی بنائیں۔ اپنی آزادی کے لیے ایک واضح نصب العین رکھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا فرض ہے کہ اقبال نے جس سیاسی نصب العین کو سامنے رکھ کر وطنِ عزیز حاصل کیا آج ہمیں اس کو مدِ نظر رکھنا چاہیے کیونکہ انھوں نے ہی ہمیں یہ بتایا تھا کہ مسلمانانِ ہند ایک الگ قوم ہیں اور شمال مغربی ہندوستان یعنی موجودہ پاکستان کے جغرافیائی حدود میں ایک آزاد مملکت کا تصور مسلمانوں کا مقدر ہے یہی وجہ ہے کہ مسلم امہ نے بابائے قوم کی

قیادت میں ان کی بات کو سچ ثابت کر دکھایا۔ وہ ایسی قرآنی مملکت کا تصور سامنے لائے کہ جس میں جاگیر داروں کو ہر گز یہ اختیار حاصل نہیں تھا کہ وہ مزدور کا خون چوس سکے۔ اسی لیے اب ہم پر لازم ہے کہ ہم وہ غیب سے آنے والی آواز کو سنیں جو ہمیں پون صدی سے راہ راست پر آنے کی تلقین کر رہی ہے اور اس کے ساتھ ایک جدید اور حرکت و عمل میں سرشار معاشرے کی تشکیل کو ممکن بنائیں۔(19) وہ لکھتے ہیں:

> "اقبال کا فنی مجاہدہ اور سیاسی جدوجہد صرف عالم اسلام ہی نہیں بلکہ ساری کی ساری دنیائے انسانیت کو لا کے مقام تخریب سے الا کی منزل تعمیر کی جانب۔۔۔ نفی اور جمود سے اثبات اور حرکت کی جانب گامزن کرنے کا عمل ہے۔ اسلام کے اس مثالی تصور کو عملی زندگی کے متحرک قالب میں ڈھالنے کی اس جدوجہد کا آغاز قدرتی طور پر اس معاشرے کو انقلاب کی راہوں پر ڈالنے سے ہو سکتا تھا خود اقبال جس کے ایک فرد تھے۔"(20)

ماہر اقبالیات ڈاکٹر سیتہ پال آنند نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ برصغیر اور یورپ کی یونیورسٹیوں میں اقبالیات کو کیوں شامل نہیں کیا جا رہا جبکہ ٹیگور کو مغربی سامراجیت کے دور میں "گیتان جلی" پر نوبل انعام سے نوازا گیا تو اس کا جواب فتح محمد ملک دیتے ہیں کہ یہی ان کی عظمت کی دلیل ہے کہ ان کے افکار سے آج بھی مغربی سامراج خائف ہے کیونکہ سریلے گیتوں سے انھیں کوئی خطرہ نہ تھا جبکہ ضرب کلیم تو دنیا کی استحصالی طاقتوں کے خلاف کھلی جنگ کا اعلان ہے۔ اقبال کا کلام کل بھی مشرق و مغرب کی استبدادی قوتوں کے خلاف طبل جنگ تھا آج بھی ہے۔ مسلم امہ کی بیداری ان کے لیے موت کا پیغام ہے کیونکہ انھوں نے برہمن کو صنم کدے سے پرانے بت باہر نکال کر پھینکنے کی تاکید کی ہے۔ وہ اقبالیات کو شاملِ نصاب کر کے کیوں یہ خطرہ مول لے گا جبکہ اقبال برہمنیت اور ملائیت کو ختم کر کے ایک نئے نظام کا خواب دیکھ رہے تھے اور رابندر ناتھ ٹیگور سودیشی معاشرے کے قیام کا خواہاں تھا اور باقاعدہ اس حوالے سے منصوبے بھی پیش کر رہا تھا۔ ٹیگور کے خیالات کے زیرِ اثر ہندو احیائیت کی تحریک پروان چڑھ رہی تھی۔ تقسیم بنگال کے بعد یہ تحریک ایک جارحانہ رنگ اختیار کر گئی۔ ایسے میں اقبال نے مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اور ان کو نصیحت کی کہ وہ اتفاق سے رہیں۔(21) وہ لکھتے ہیں:

> "ذات پات اور چھوت چھات کا نظام اسلام کے بنیادی تصورات کے منافی ہے۔ اسلام رنگ و نسل کے امتیازات کو مٹا کر شرف آدمیت کا بول بالا کرتا ہے۔ اقبال ع: 'نوح انساں قوم ہو میری، وطن سارا جہاں' کا ترانہ گنگناتے ہوئے ہماری بزمِ سخن میں وارد ہوئے تھے۔ وہ عمر بھر شرفِ انسانیت کے اسی مسلک پر قائم رہے۔"(22)

اقبال کے ہاں استقامت کی بہترین مثال سانحہ کربلا ہے کہ جب بے سروسامانی کے باوجود حق کی جیت ہوئی۔ حضرت امام حسین نے ملوکیت کے خلاف نہ صرف جہاد کیا بلکہ اپنی جان بھی قربان کر دی۔ دیگر شعرا نے مرثیے لکھ کر بادشاہت کے کندھوں کو اس ظلم سے آزاد کیا اور لوگوں کو گریہ اور ماتم پر مجبور کیا تاکہ وہ رولیں اور سمجھیں کہ انھوں نے حق ادا کر دیا۔ جبکہ اقبال کے ہاں ماتم نہیں بلکہ جشن حریت پائی جاتی ہے۔ وہ گریہ زاری کو نظر انداز کرتے ہیں۔ انھوں نے یہ ثابت کیا کہ خلافت حق ہے اور ملوکیت باطل جس کی اسلام میں بالکل اجازت نہیں۔ فتح محمد ملک بیان کرتے ہیں کہ صرف فرائض اور نفلی عبادات ہی کافی نہیں بلکہ یزید کے سامنے انکار کرنے کی جرات بھی ہونی چاہیے۔ وہ تحریر کرتے ہیں کہ اقبال وہ پہلے شاعر ہیں جو اس سانحہ کو درست تناظر میں سامنے لائے۔ چونکہ اقبال کی باطنی زندگی میں ایک جنگ برپا تھی اسی لیے انھوں نے مغربی علوم سے متاثر نوجوانوں کو مخاطب کیا اور ان حالات کے لیے جدید اصطلاحات استعمال کئیں۔ اس واقعہ کو ایک ایسا ابدی استعارہ بنا کر پیش کیا جس کا

تعلق صرف ماضی سے نہیں بلکہ اس سے ہمارا حال اور مستقبل بھی جڑا ہوا ہے۔ فتح محمد ملک کہتے ہیں کہ آج پوری دنیا کو جن چیلنجز کا سامنا ہے اس کے لیے اقبال کی نظریاتی استقامت کی بہت ضرورت ہے۔(23) وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ اقبال نے نعت نہیں لکھی مگر وہ اپنے تخیل میں بار بار بارگاہِ رسالت مآبؐ میں چلے جاتے ہیں جہاں وہ امتِ مسلمہ کی زبوں حالی پر فریاد کناں کرتے ہیں۔ وہ مانتے ہیں کہ حضرت محمدؐ تمام جہانوں کے محسن ہیں اور ان کی اتباع میں ہی ہماری بھلائی ہے۔ حضورؐ نے انسانوں کو لات و منات کی غلامی سے نجات دلائی۔ فلسطین دورے کے دوران انھیں اندازہ ہوا کہ قافلہ حجاز میں ایک بھی حسین نہیں جو آگے بڑھ کر کلمہِ حق بلند کر سکے تو نعتیہ اشعار کا ان پر نزول ہونے لگتا ہے۔ اقبال کے کلام میں ابو جہل کی روح کو کعبہ میں نوحہ کناں اس لیے دکھایا گیا ہے کیونکہ اسلام کے دورِ جہالت کے انسانیت سوز اصول و اقدار نیست و نابود ہو رہے تھے۔ وہ اس انقلاب کے متمنی ہیں جو باطنی اور خارجی زندگی میں انقلاب برپا کرے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کا پیغامِ ربانی ایک ابدی پیغامِ ربانی کی حیثیت رکھتا ہے اسی لیے ان کا تخاطب تمام امتِ مسلمہ ہے۔ اسی لیے آج زبوں حالی کا سبب نبیؐ کی تعلیمات سے انحراف ہے۔ مثنوی اسرار و رموز میں انھوں نے عالم انسانیت پر کیے گئے احسانات یاد دلائے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اقبال کی فکر مصطفیٰ کے نور سے مستنیر ہے اور ان کے بعد آج تک کوئی بھی دانائے راز سامنے نہیں آیا۔(24)

اقبال نے 1933 میں مسجد قرطبہ نظم تخلیق کی۔ اس زمانے میں مغرب ایک عالمی جنگ سے دوسری کی جانب بڑھ رہا تھا۔ تمام شعرا مغرب کو خرابہ میں تبدیل ہوتے دیکھ رہے تھے مگر وہ خود عیش جاوداں کے خواب میں گم تھا۔ مشرق ان کی قید میں تڑپ رہا تھا اس وقت اقبال نے گول میز کانفرنس کی بدولت مسجد قرطبہ کی زیارت کی۔ اس کانفرنس میں انھوں نے مسلم امہ کے حقوق کا مطالبہ کیا جن کو ماننے سے انکار کر دیا گیا۔ اس سے دل برداشتہ ہو کر اقبال نے سرزمین اندلس کا رخ کیا۔ یہ وہ سرزمین تھی جہاں مسلم امہ نے نہ صرف صدیوں حکومت کی بلکہ علم و حکمت کو بھی زندہ کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اقبال کے نزدیک اندلس اور سرزمین ہند میں جو قدر مشترک تھی وہ یہ تھی کہ اندلس سے مسلمانوں کو ختم کیا گیا جبکہ ہندوستان سے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کی تیاری کی جا رہی تھی۔ یہی سوال ان کے لیے پریشانی کا باعث تھا کہ آیا ان کے مقدر میں بھی مماثلت تو نہیں۔ کیا ان پر ایسا وقت بھی آ سکتا کہ جب وہ بھی ایک تاریخی موضوع بن کر رہ جائیں گے؟ فتح محمد ملک کہتے ہیں کہ اپنے کلام میں انھوں نے آتش رفتہ کا سوراخ لگانے کی کوشش کی ہے اور وہ دریائے کبیر کنارے مسلم امہ کے روشن مستقبل کے خواب دیکھتے ہیں۔ فتح محمد ملک گزرے ہوئے عہد کی تکرار کی تمنا کرنے کی بجائے اقبال کی فکر کو عملی زندگی میں کارفرما دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔(25) اسی لیے وہ لکھتے ہیں:

> "ہم نے علم و عمل کی دنیا میں فکر اقبال سے تخلیقی اکتساب کی بجائے شعوری انحراف کی راہ اپنا رکھی ہے۔ 'وصل کیسا یاں تو اک قرب فراق آمیز ہے'۔ اقبال سے اس منافقانہ قرب سے گزر کر قرب حقیقی کی منزل تک رسائی میں ہی ہماری قومی سربلندی کا راز مضمر ہے۔"(26)

فتح محمد ملک نے بھی علامہ اقبال کی طرح جہاں ادب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا وہیں اسے روح محمدؐ سے معمور کیا ہے اور ایک نئی ادبی روایت کا آغاز کیا ہے۔ انھوں نے بڑی جرات سے ان رازہائے آشکار کو بے نقاب کیا ہے جنہیں دانشوروں نے کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود چشم پوشی سے کام لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب ماہرین و شارحین اقبال سے سمجھنے کی بجائے خود علامہ اقبال کے کلام سے سمجھنا چاہیے اسی طرح ہم پاکستان کے حقیقی مفہوم سے آگاہ ہو سکتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## حوالہ جات

1. نثار ترابی، فتح محمد ملک کی تنقید نگاری، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد، 2024، ص:23
2. ایضاً، ص68
3. ڈاکٹر خورشید رضوی: پروفیسر فتح محمد ملک –اپنی تحریروں کے آئینے میں، مشمولہ الحمرا رسالہ، 24 جے بلاک المروت ماڈل ٹاون لاہور، 2017، ص:11
4. ڈاکٹر امجد طفیل، فتح محمد ملک: نظریاتی استقامت کی مثال، مشمولہ مخزن، لاہور 2022، ص:44
5. فتح محمد ملک، اقبال -فکر و عمل، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص:11
6. نثار ترابی، فتح محمد ملک کی تنقید نگاری، ص:24
7. فتح محمد ملک، اقبال فراموشی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص:177
8. ایضاً، ص:180
9. ایضاً، ص:154
10. 10.ایضاً، ص:16
11. فتح محمد ملک: اقبال اسلام اور روحانی جمہوریت، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص:66
12. 12.ایضاً، ص:57
13. 13.فتح محمد ملک ، اقبال– فکر و عمل، ص:90
14. 14. فتح محمد ملک: اقبال اسلام اور روحانی جمہوریت، ص:40
15. 15. فتح محمد ملک، اقبال فراموشی، ص:45
16. Fateh Muhammad Malik, Iqbal Social and political Ideas ,Sang-e-Meel Publications ,Lahore p.5
17. فتح محمد ملک، اقبال کی نظم 'فکر اقبال کی تردید کی سیاست 'مشمولہ رسالہ الحمرا، 24 جے بلاک ماڈل ٹاون لاہور، اپریل، 2017، ص:6
18. فتح محمد ملک، اقبال کی نظم 'آوازِ غیب 'مشمولہ رسالہ الحمرا، 24 جے بلاک ماڈل ٹاون لاہور، اپریل،، 2019ص:11
19. فتح محمد ملک، اقبال کی نظم 'اقبال اور تصورات پاکستان 'مشمولہ رسالہ الحمرا، 24 جے بلاک ماڈل ٹاون لاہور، اپریل،، 2018ص:18
20. 20. فتح محمد ملک، اقبال– فکر و عمل، ص:94
21. 21. فتح محمد ملک: اقبال اسلام اور روحانی جمہوریت، ص:48
22. 22.ایضاً، ص:50
23. ایضاً، ص:133
24. 24.ایضاً، ص:127
25. فتح محمد ملک، فکر و عمل، ص:158
26. ایضاً، ص:11

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## *Roman Havalajat*

1. Torabi, Nisar,*Fatah Muhammad Malik ki tanqeedi nigari*. Islamabad, National Book Foundation,2024, p. 23
2. Ibid, p. 68
3. Rizvi, Khursheed, Professor Fateh Muhammad Malik – apni tehreeron ke aaine mein. *Alhamra*, Lahore,2017, p. 11
4. Tufail, Amjad, Fateh Muhammad Malik: Nazriyati isteqamat ki misaal. *Makhzan*, Lahore,2022, p. 44.
5. Malik, F. M. *Iqbal – Fikr o Amal* [Iqbal – Thought and Action]. Lahore: Sang-e-Meel Publications, p. 11.
6. Torabi, Nisar, *Fatah Muhammad Malik ki tanqeedi nigari*,2024, p. 24.
7. Malik, F. M, *Iqbal Faramoshi* [Forgetting Iqbal]. Lahore: Sang-e-Meel Publications, p. 177
8. Ibid, p. 180
9. Ibid, p. 154
10. Ibid, p. 16
11. Malik, F. M. *Iqbal, Islam aur Rohani Jamhuriyat* [Iqbal, Islam and Spiritual Democracy]. Lahore: Sang-e-Meel Publications, p. 66
12. Ibid, p. 57
13. Malik, F. M. *Iqbal – Fikr o Amal*, p. 90
14. Malik, F. M. *Iqbal, Islam aur Rohani Jamhuriyat*, p. 40
15. Malik, F. M,*Iqbal Faramoshi*, p. 45
16. Malik, F. M, *Iqbal: Social and political ideas*. Lahore: Sang-e-Meel Publications, p. 5
17. Malik, F. M. (2017, April). Iqbal ki nazm 'Fikr-e-Iqbal ki tardid ki siyasat'. *Alhamra*, Lahore, p. 6
18. Malik, F. M. (2019, April). Iqbal ki nazm 'Awaaz-e-Ghaib'. *Alhamra*, Lahore, p. 11
19. Malik, F. M, (2018, April). Iqbal ki nazm 'Iqbal aur Tasawurat-e-Pakistan'. *Alhamra*, Lahore, p. 18
20. Malik, F. M, *Iqbal – Fikr o Amal*, p. 94.
21. Malik, F. M, *Iqbal, Islam aur Rohani Jamhuriyat*, p. 48
22. Ibid, p. 50

23. Ibid, p. 133
24. Ibid, p. 127
25. Malik, F. M. *Iqbal – Fikr o Amal*, p. 158
26. Ibid, p. 11